جواب شکوہ

اقبال نے یہ نظم ۱۹۱۳ء میں لکھی موچی دروازہ لاہور کے باہر حضرت مولانا ظفر علی خاں کے زیر اہتمام جنگ بلقان کے سلسلہ میں ایک جلسہ منعقد ہوا تھا تاکہ ترکوں کے لئے چندہ جمع کیا جا سکے۔ نظم کے اختتام پر اس کی ہزاروں کاپیاں ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو گئیں اور وہ تمام رقم بلقان فنڈ میں جمع کر دی گئی۔ شکوہ کی طرح یہ نظم بھی اقبال کی شاعری کے نادر نمونوں میں سے ایک ہے۔

۱) میں نے اللہ کی جناب میں شکوہ کیا تھا چونکہ وہ میرے دل کی گہرائیوں سے نکلا تھا اس لئے اس میں بڑی تاثیر پوشیدہ تھی اور اسی لئے وہ سب آسمانوں سے گزرتا ہوا عالم ملکوت میں پہنچ گیا۔ ۲) فرشتے، سیارے، ستارے، چاند، کہکشاں سب حیران ہو گئے کہ یہ کون ہے؟ لیکن معلوم نہ کر سکے۔ لیکن رضوان سمجھ گیا کہ یہ وہی ہے جسے کچھ عرصہ ہوا جنت سے نکالا گیا تھا ۳) فرشتے اس کے شکوہ کے انداز بیان سے بہت حیران تھے اور اس میں جو گستاخی اور شوخی کا رنگ پایا جاتا ہے اس پر بہت ناراض تھے چنانچہ وہ کہنے لگے کہ یہ زمین کے لوگ بھی کتنے گستاخ اور سرکش ہوتے ہیں ۴) انسان کی گستاخی تو دیکھو کہ اللہ سے بھی ناراض ہے کیا یہ وہی آدم ہے جس پر خدا نے انعام فرمایا کہ ہمیں سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا اگر یہ وہی ہے تب تو واقعی بڑا ناشکرا ہے یوں تو منطق اور فلسفہ دونوں میں طاق ہے لیکن بات کرنے کے سلیقے سے محروم ہے ۵) فرشتے یہ گفتگو کر ہی رہے تھے کہ عرش سے آواز آئی کہ اے انسان بے شک تیرا افسانہ بہت درد انگیز ہے اور تیرا جام دل آنسوؤں سے چور ہے تو نے اپنے حسن بیان کی بدولت شکوہ کو شکر کے لباس میں پیش کیا ہے اور اس طرح بندوں کو خدا سے ہمکلامی کا شرف حاصل ہو گیا ۶) اے انسان تم نے شکر کے رنگ میں جو شکوہ ہم سے کیا اب اس کا جواب سن ہم تو ہر وقت کرم کرنے کے لئے آمادہ ہیں لیکن سائل بھی تو ہو ہم سب کی تربیت کرنے کے لئے تیار ہیں لیکن جو شخص تربیت اور اصلاح قبول ہی نہ کرے تو ہم کیا کریں؟ اگر کوئی شخص بادشاہ کی قابلیت رکھتا ہے تو ہم ضرور اسے بادشاہ بنا دیتے ہیں ۷) لیکن اے مسلمان تیری حالت تو یہ ہے کہ تم دل میں ہمارے منکر ہو چکے ہو اور ہمارے رسول کی تعلیمات سے بالکل برگشتہ ہو چکے ہو تم میں جو لوگ بت شکن تھے وہ تو رخصت ہو چکے اب صرف بت پرست باقی ہیں۔ تم شریعت اسلامیہ پر قائم نہیں ہو بلکہ تمہارا کعبہ بھی نیا (مختلف) ہے تمہارے بت (مثلاً دولت عہدے خطابات جاگیریں) بھی نئے ہیں اور تم خود بھی نئے ہو۔ ۸) ایک زمانہ وہ بھی تھا جب ہر مسلمان اللہ کا عاشق تھا اور وہ لوگ اسی کو پوجتے تھے اسی سے محبت کرتے تھے جیسے آج تم "ہرجائی" کہہ رہے ہو اچھی بات ہے اگر ہم ہرجائی ہیں تو تم کسی "یکجائی" کو اپنا خدا بنا لو۔ اس سے عہد وفا باندھ لو۔ اس کی صورت یہ ہے کہ ہم نے تو ملت محمدیہ کو آفاق گیر بنایا تھا لیکن تم نے اس کو مقامی کر دیا مطلب یہ کہ

اسلام کو چھوڑ کر کفر اختیار کر لیا تاکہ کافروں کی طرح تم پر بھی فضل الٰہی نازل ہونے لگے۔ واضح ہو کہ یہ طنزیہ شاعری کی بہترین مثال ہے اقبال نے درپردہ مسلمانوں کو یہ تلقین کی ہے کہ جب تک ہم ساری دنیا کے مسلمان عقیدۂ وحدت ملی پر عمل نہیں کریں گے یعنی ایک قوم نہیں بن جائیں گے اس وقت تک سربلندی حاصل نہیں کر سکتے کیونکہ تمام کافر اقوام ہمارے مقابلے میں ملت واحدہ بنی ہوئی ہیں۔ (۹) اے مسلمانو! تمہاری حالت یہ ہے کہ تم ہماری عبادت پر خواب شیریں کو ترجیح دیتے ہو اور رمضان کے روزوں کو ایک مصیبت سمجھتے ہو کیا یہی وفاداری کا طریقہ ہے؟ قوم تو مذہب سے بنتی ہے جب تم نے مذہب چھوڑ دیا تو قوم کس طرح زندہ رہ سکتی ہے۔ (۱۰) تم لوگ نہ کوئی فن جانتے ہو نہ ہنر، نہ کوئی شے ایجاد کرتے ہو نہ کوئی علمی تحقیق کرتے ہو، تمہیں اپنے اسلاف کی عزت کی کوئی پروا نہیں بلکہ ان کی قبروں کو بیچ کر کھا رہے ہو جب تم قبر فروشی کر سکتے ہو تو بت فروشی میں تمہیں کیا تامل ہو سکتا ہے؟ (۱۱) بے شک مسلمانوں نے دنیا سے [illegible] کو مٹایا اور انسان کو آزادی عطا کی۔ خانۂ کعبہ کی حفاظت کی اور قرآن مجید کی اشاعت کی لیکن یہ کام تو تمہارے بزرگوں نے کیا تھا سوال یہ ہے کہ تم نے اسلام کی کیا خدمت کی؟ (۱۲) تم یہ شکایت کرتے ہو کہ مسلمانوں کے لیے صرف وعدۂ حور ہے، حالانکہ یہ شکایت بالکل ناروا ہے۔ خدا تو ہمیشہ عادل رہا ہے۔ کافروں کو دنیا میں نعمتیں اس لیے ملیں کہ انہوں نے اسلام کے اصول اختیار کر لیے۔ حق تو یہ ہے کہ تم میں کوئی مسلمان حوروں کا آرزومند ہی نہیں۔ ہم تو آج بھی رحمت نازل کرنے کے لیے آمادہ ہیں لیکن کوئی ہمارے فضل و کرم کا مستحق ہی نہیں (۱۳) مسلمانوں کا دین ایک ہے۔ اللہ ایک ہے، رسول ایک ہے۔ خانہ کعبہ ایک ہے، قرآن مجید بھی ایک ہے۔ ان حالات اگر سارے مسلمان بھی ایک ہو جاتے تو کتنا اچھا ہوتا! اس کے برعکس تمہارا حال یہ ہے کہ تم مختلف فرقوں اور ذاتوں اور قبیلوں میں منقسم ہو، کیا دنیا میں ترقی کرنے کے یہی آثار ہیں؟ (۱۴) تم شریعت اسلامیہ کے منکر ہو، تمہارا دین صرف مصلحت وقت ہے کہ جس بات میں نفع نظر آئے اسے اختیار کر لینا چاہیے، تم کافروں کی رسوم اور طرز معاشرت کو پسند کرتے ہو اور اپنے بزرگوں کے طریقوں سے بیزار ہو، نہ تمہارے دل میں اسلام کی محبت ہے اور نہ ہمارے رسول کے ارشاد کی کوئی قیمت ہے۔ (۱۵) حالت یہ ہے کہ اگر مساجد میں نماز پڑھنے آتے ہیں تو غریب، روزہ رکھتے ہیں تو غریب، ہمارا نام لیتے ہیں تو غریب، گویا تمہارا پردہ رکھتے ہیں تو غریب، دولتمند تو اپنی دولت کے نشہ میں تم سے بالکل غافل ہیں آج اگر اسلام زندہ ہے تو محض ان ہی غریب مسلمانوں کے دم سے (۱۶) نہ مسلمان واعظین کے وعظ میں کوئی اثر باقی ہے اور نہ ان کے دل میں اسلام کی کوئی محبت ہے اذان تو اب بھی ہوتی ہے لیکن اس میں نہ کوئی اثر ہے نہ اسلام کی محبت کا رنگ ہے۔ مسلمان منطق اور فلسفہ تو پڑھتے ہیں لیکن تمہارے رسول سے محبت نہیں کرتے یہی وجہ ہے کہ آج مسجدیں ویران پڑی ہوئی ہیں۔

سترھواں بند۔ ایک شور مچا ہوا ہے کہ مسلمان مٹے جا رہے ہیں لیکن سچی بات یہ ہے کہ مسلمان ہیں کہاں جو ان کے مٹنے کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ جو لوگ آپ کو مسلمان کہتے ہیں ان کی حالت یہ ہے کہ

وہ اپنی وضع قطع کے لحاظ سے عیسائی معلوم ہوتے ہیں اور وہ تمدن کے اعتبار سے ہندو نظر آتے ہیں
اور معاملات کے اعتبار سے یہود سے بدتر ہیں۔ خاندانی لحاظ سے تم میں کوئی سید ہے کوئی مرزا ہے
کوئی افغان ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کوئی مسلمان بھی ہے۔ (۱۸) اگلے زمانے کے مسلمانوں کی کیفیت
تو یہ تھی کہ وہ سچ بولنے سے بالکل نہیں ڈرتے تھے وہ ہر شخص سے انصاف کرتے تھے مسلمان
اللہ کے عشق میں سرشار تھے اس لئے اسلام کی خاطر ہر قسم کی قربانی کرتے تھے اور دوسروں کی
جان بچانے کے لئے اپنی زندگی بخوشی نثار کر دیتے تھے۔ (۱۹) ہر مسلمان ہر وقت کفر کا مقابلہ
کرنے کے لئے تیار رہتا تھا اور سرگرم عمل تھا۔ اسے ہمارے اوپر اور اس کے بعد اپنی قوت بازو
پر بھروسہ تھا۔ تم موت سے ڈرتے ہو، لیکن وہ تم سے ڈرتا تھا۔ اگر تمہارے اندر تمہارے بزرگوں
کی صفات نہیں ہیں تو تم کو وہ مرتبہ کیسے حاصل ہو سکتا ہے جو ان کو نصیب تھا؟ (۲۰) تم میں
سے ہر مسلمان آرام طلب ہے۔ نہ کسی میں حضرت علی کی سی شان فقر ہے نہ عثمان کی سی
دولت نظر آتی ہے۔ اگر تمہارے بزرگوں کو عزت حاصل ہوئی تو اس لئے کہ وہ مسلمان تھے
اور اگر تم دنیا میں ذلیل ہوئے تو اس لئے کہ تم مسلمان نہیں ہو۔ (۲۱) تم آپس میں ایک دوسرے
کے دشمن ہو لیکن تمہارے بزرگ آپس میں ایک دوسرے پر مہربان تھے۔ تم دوسروں کے
عیب تلاش کرتے ہو وہ دوسروں کے عیبوں پر پردہ ڈال دیتے تھے۔ تم ان کی طرح
سربلندی کے خواہشمند ضرور ہو لیکن کیا تمہارے دلوں میں اسلام کی ویسی ہی الفت
ہے جیسی ان میں تھی؟ (۲۲) تم اپنے ہاتھوں اپنے کو تباہ کر رہے ہو لیکن کیا تمہارے بزرگ
غیور، عقلمند اور خوددار تھے؟ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو، وہ ایک دوسرے پر جان فدا کرتے
تھے۔ تم صرف باتیں بنانی جانتے ہو لیکن وہ عمل کرتے تھے۔ تم آج دولت کے لئے ترس رہے ہو لیکن
دولت ان کے پاؤں چومتی تھی۔ آج بھی تاریخ ان کے کارناموں پر فخر کرتی ہے۔ (۲۳) تمہاری
حالت یہ ہے کہ ہم نے تمہیں سروری دی لیکن تم نے اسلام کو چھوڑ کر کفر اختیار کر لیا رسول کو
چھوڑ کر بتوں سے محبت کرنی شروع کر دی۔ دنیاوی ترقی کی دھن میں اپنی ملی روایات سے
بیگانہ ہو گئے۔ بے عمل تو تھے ہی دین سے بھی کنارہ کر لیا۔ آج تمہاری قوم کی یہ حالت ہے کہ
شریعت کی قیود سے بالکل آزاد ہو چکی ہے اور مسجد کے بجائے ہوٹل اور کلب آباد کر رہی
(۲۴) مسلمان نوجوانوں کی حالت یہ ہے کہ ان کے سینے عشق رسول سے خالی ہو چکے ہیں اور
مسلمان لڑکیاں پردہ سے بے نیاز ہوتی جا رہی ہیں نوجوان یہ کہتے ہیں کہ جب عاشق آزاد
ہے تو معشوق کیوں پردہ میں رہے۔ (۲۵) یہ موجودہ زمانہ جس میں حادثے برسرِ عروج
تمام قوموں کے لئے یکساں تباہی کا موجب ہے۔ یہ وہ آگ ہے جس میں ملت اسلامیہ برسوں
کے ساتھ فنا ہوتی رہتی ہے لیکن اگر آج بھی مسلمانوں میں ایمان کا رنگ پیدا ہو جائے تو یہی آگ
اس کے حق میں "گلزار ابراہیم" بن سکتی ہے۔ (۲۶) یہاں سے اس نظم کا انداز بدل جاتا ہے
اور اقبال قوم کو امید کا مژدہ سناتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ملت اسلامیہ کی زبوں حالی سے مسلمانوں
کو مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ مصائب کے بادل عنقریب چھٹنے والے ہیں ملت اسلامیہ کی نشأۃ
کے دن قریب آ چکے ہیں۔ خون شہدا کی سرخی ہر طرف پھول برسا رہی ہے یعنی مسلمانوں میں
زندگی کے آثار پیدا ہو رہے ہیں۔ (۲۷) اگرچہ موجودہ مسلمان واقعی آج کل پریشان
ہیں لیکن مایوس ہونے کی ضرورت نہیں جس طرح پہلے زمانے میں مختلف قوموں نے اسلام لانے
کے بعد دین کی خدمت کی ہے آئندہ بھی ایسا ہی ہوگا۔

(۲۸) اے مسلمان! اس نکتہ کو ذہن نشین کر لے کہ مسلمان قوم کسی خاص وطن یا نسل سے
وابستہ نہیں اور نہ کسی خاص ملک میں محدود ہے کہ اگر وہ ملک تباہ ہو جائے تو قوم تباہ ہو جائے
گی۔ یہ ساری دنیا مسلمان کا وطن ہے اس لئے اسلام کبھی مٹ نہیں سکتا۔

اے مسلمان! تو دنیا کے لئے شمع کی مانند ہے۔ شمع کے شعلوں میں تیری ہی حرارت کارفرما ہے
(ریشہ چراغ سے وہ فتیلہ یا بتی مراد ہے جو شمع کے اندر ہوتی ہے) تو اس شمع کی بتی ہے
اگر تو نہ ہو تو شمع جل نہیں سکتی۔ یعنی اگر مسلمان قوم دنیا سے مٹ جائے تو یہ دنیا مٹ جائے گی
تیرا اندیشہ عاقبت سوز یعنی نتائج سے بے پرواہ اس لئے تو دنیا میں ضرور کامیاب ہوگا۔
(۲۹) جب صورت حال یہ ہے کہ تیرا وجود اس دنیا کی بقا کے لئے ضروری ہے تو اطمینان رکھ
ایران کے مٹ جانے سے تو مٹ نہیں سکتا۔ نشہ شراب میں ہوتا ہے، نہ پیمانہ میں۔ اسی طرح مسلمان
تو ساری دنیا کے قیام کا باعث ہے اسلام کا وجود ایران (پیمانہ) پر منحصر نہیں ہے۔ اگر تجھے
تاریخی شہادت درکار ہو تو سلطنت عباسیہ کی تاریخ کا مطالعہ کر کیا بغداد کے تباہ ہو جانے
سے اسلام ختم ہو گیا؟ نہیں بلکہ ترکوں نے سلطنت عباسیہ کا گل چراغ کیا تھا وہی ترک
مسلمان ہو کر اسلام کے محافظ بن گئے۔ تو اسلام کی کشتی کا پاسبان ہے اس لئے موجودہ زمانہ
کی اقوام بھی تجھ ہی سے روشنی حاصل کریں گی۔ (۳۰) اگر آج (۱۹۱۲-۱۳ء) ریاست بلقان نے
ترکی پر چاروں طرف سے حملہ کر دیا ہے تو اس کا یہ مطلب ہے کہ ترک ختم ہو جائیں گے یا
مسلمان دنیا سے مٹ جائیں گے بلکہ یہ اس لئے ہے کہ مشیت ایزدی اس وقت تیرے ایثار
اور حوصلہ کا امتحان لینا چاہتی ہے تو دشمنوں کی کثرت سے کیوں خوفزدہ ہے۔ یقین رکھ
کہ وہ اسلام کو فنا نہیں کر سکتے۔ (۳۱) اے مسلمان! دنیا کی وہ قومیں جو تجھے مٹانا چاہتی
ہیں اس حقیقت سے نا آشنا ہیں کہ ابھی دنیا کو تیری ضرورت باقی ہے۔ یہ دنیا محض
تیرے وجود سے قائم ہے دنیا میں اسلام کی حکومت مقدر ہو چکی ہے اس تقدیر کو کوئی
طاقت نہیں بدل سکتی پس تو اٹھ اور دنیا کو توحید کا پیغام سنا۔ (۳۲) اے مسلمانو! گھر
سے نکلو اور اسلام کا پیغام لے کر دنیا میں پھیل جاؤ۔ اسلام میں وہ خوبی ہے کہ تمہاری
کمزوری طاقت میں اور تمہاری قلت کثرت میں تبدیل ہو سکتی ہے تم سرکار دو عالم صلعم
کے عشق میں فنا ہو جاؤ اور یقین رکھو کہ اس عشق کی بدولت تمہارے اندر یہ طاقت
پیدا ہو جائے گی کہ تم دنیا میں سرکار صلعم کا نام بلند کرو گے۔ (۳۳) اے مسلمانو یاد رکھو کہ
اگر حضور صلعم کی ذات اقدس نہ ہوتی تو دنیا تیرہ و تار ہو جاتی۔ دنیا کی ساری رونق آپ ہی کے دم سے ہے
اگر آپ نہ ہوں تو پھر دنیا میں کوئی توحید کا نام لینے والا نہ رہے نہ توحید رہے اور نہ تم باقی رہو
بلاشبہ یہ کائنات حضور صلعم ہی کے نام کی برکت سے قائم ہے اور ہستی کی نبض میں آپ ہی کی بدولت
حرکت اور زندگی نظر آتی ہے (۳۴) حضور انور صلعم کا نام نامی جنگلوں بیابانوں میدانوں
شہروں اور گاؤں میں غرض کہ ہر جگہ لوگوں کی زبان پر ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہر ایک
مسلمانوں کے دل میں پوشیدہ ہے انشاء اللہ آپ کا نام قیامت تک اسی طرح بلند رہے گا
کیونکہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ اے رسول ہم نے آپ کا نام ساری دنیا میں بلند کر دیا ہے (۳۵)
دیکھو براعظم افریقہ جہاں سیاہ فام لوگ بستے ہیں جسے وہاں کے باشندوں کی سیاہ رنگت کی بنا
پر چشم زمین کی پتلی سے تعبیر کر سکتے ہیں جس براعظم میں نجاشی والی ملک حبشہ نے ابتدائی دور کے
مسلمانوں کو اپنے یہاں پناہ دی تھی جہاں شدید گرمی پڑتی ہے جہاں مصر سے حبشہ تک مسلمان ہی آباد
ہیں جسے محبان اسلام حضرت بلال کی دنیا بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ حبشی الاصل تھے یہ سرزمین تبلیغ

اسلام کی بدولت روز بروز نورِ اسلام سے منور ہوتی جاتی ہے اور اس تاریک براعظم کے
دور دراز گوشوں میں سرکارِ دو عالم ﷺ کا نام مساجد کے میناروں سے بلند ہو رہا ہے ۔
آخری بند :- آخری بند میں اللہ مسلمانوں سے یوں خطاب فرماتا ہے کہ اے مسلمان
ہم نے تجھے دونوں خوبیاں عطا کر دی ہیں تیرے پاس عشق کی طاقت بھی ہے اور عقل کی
دولت بھی ہے تو عشق کو اپنی تلوار بنا لے یعنی ہمارے محبوب ﷺ کا نام دنیا میں بلند کر
اور اس راہ میں جو مشکلات آئیں ان کو اپنی عقل کی مدد سے دور کر یعنی عقل سے
ڈھال کا کام لے ۔ اگر تو سچے معنی میں مسلمان ہو جائے (ہمارا مطیع ہو جائے) تو
پھر تیری تدبیر ہماری مشیت (تقدیر) سے ہم آہنگ ہو جائے گی یعنی ہم تیری آرزو
پوری کریں گے اور اگر تو ہمارے محبوب ﷺ سے وفا کرے گا یعنی آپ کی اطاعت کرے
گا تو اس دنیا کی حقیقت ہی کیا ہے ہم تجھے ساری کائنات کا مالک بنا دیں گے